AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 5, Issue 1, June 2021, PP: 21-42
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

Scan for download

جنوبی پنجاب میں صحابہ کرام سے منسوب قبریں اور ان سے متعلقہ روایات

The Graves Attributed to the Prophet's Companions in South Punjab and Authenticity of Related Narrations

Dr Abdul Ghaffar [1*], **Dr Shabbir Ahmad** [2]
[1]Associate Professor, [2]Asistant Professor
Department of Islamic Studies, The Islamia University Bahawalpur, Pakistan

ARTICLE INFO

Article History:
Received 17 Jan. 2021
Revised 26 Feb. 2021
Accepted 30 May 2021
Online 30 June 2021

DOI:

***Keywords**:*
Christian Minority, Interreligious, Educational Development, Multan.

ABSTRACT

Just as the Prophet (peace be upon him) is superior to all the Prophets, so are his Companions to all human beings. The Companions not only kept safe the Qur'ān by writing, memorizing and practicing, but also memorized the Ahadīths. The Companions also have the advantage of having preserved birographis along with the Seerat. The period of the Companions begins with Prophet's Apostleship and ends in 110 A.H. Therefore, the narrators refuted claim of the companionship after 110 A.H. During the Prophet's revelation time, not only Indian people used to visit the Arabia, but also there are historical proofs for arrival of Prophet's Companions who visited some regions of present-day Pakistan. Some of them were buried here and some returned after spending some time. In South Punjab, a total of 30 graves are attributed to the Companions, but no definite opinion can be made about any of them. Therefore, on the basis of stories told by hearts about some graves of Companions, it cannot be said with certainty that those graves not belong to the Prophet's Companions, as there can be no definite acceptance about this.

*Author's email: abdul.ghaffar@iub.edu.pk

CC BY

موضوع کا تعارف

برصغیر پاک وہند میں مختلف حوالے سے صحابہ کرام کی یہاں آمد کے تاریخ میں آثار ملتے ہیں۔ لہذا صدری روایات کی بناء پر قطعی طور پر تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قبور واقعی اَصحاب رسول ﷺ کی ہیں لیکن اس بارے میں حتمی انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کتبِ تاریخ سے ان اَصحاب رسول کا ذکر ملتا ہے جو موجودہ پاکستان کے کسی خطے میں تشریف لائے جن میں سے بعض اس ارض پاک میں دفن ہوئے اور بعض کچھ عرصہ یہاں گزار کر واپس چلے گئے۔ جنوبی پنجاب میں ریاست بہاولپور نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے قدیم تاریخ میں اگرچہ صراحت سے اس کا تذکرہ نہیں ملتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی خاص نام نہیں تھا اس کے علاوہ کتبِ تواریخ میں کچھ ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے کچھ اشیاء کے قدیم ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ جنوبی پنجاب ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژن پر مشتمل ہے۔ جنوبی پنجاب میں مجموعی طور پر 30 قبور کو صحابہ کرام کی منسوب طرف منسوب کیا جاتا ہے تاہم ان میں کسی ایک کے متعلق بھی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

عہد نبوی ﷺ میں ہند اور سندھ کا تذکرہ

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عرب کے مختلف علاقوں میں ہندوستان کے لوگوں کی نہ صرف آمد ورفت تھی بلکہ کچھ تو وہاں مستقل آباد بھی تھے۔ عرب اہل ہند اور اہل سندھ سے نہ صرف اچھی طرح واقف تھے بلکہ مکہ مکرمہ میں سندھی تاجر اور صنّاع موجود تھے۔ بعثت نبوی ﷺ کے وقت بھی مکۃ المکرمۃ میں سندھی جاٹ موجود تھے۔[1] عرب سندھ کے باشندوں کو مجوسی سمجھتے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے ان کے ساتھ وہی معاملہ فرمایا جو عام مجوسیوں کے ساتھ فرمایا۔[2] سنن ترمذی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا "كَأَنَّهُ مِن رِجَالِ الزُّطِّ "[3] کہ یہ تو جاٹوں کے لوگوں کی طرح ہیں۔ بنو حارث قبیلے کا ایک وفد قبول اسلام کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ "مَن هٰؤُلَاءِ القَومِ الَّذِينَ كَأَنَّهُم رِجَالُ الهِندِ ۔ یہ کون لوگ ہیں، حلیے سے تو ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں۔"[4]

برّصغیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد ورفت کے آثار

پاکستان دنیائے اسلام کا وہ خطہ ہے جہاں اہل اسلام کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے کہ اتنی تعداد شاید ہی کسی خطے میں ہو۔ عہد نبوی میں صحابۂ رسول ﷺ کی موجودہ علاقہ پاکستان آمد کے حوالے سے ایک روایت قاضی اطہر مبارک پوری نے جمع الجوامع کے حوالے سے نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے سندھ کے باشندوں کے پاس پانچ صحابہ کرام کو اپنا نامہ مبارک دے کر بھیجا جب یہ لوگ سندھ کے مقام نیرن کوٹ (حیدر آباد) میں آئے تو وہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کیا پھر ان میں سے دو تو واپس چلے گئے اور بقیہ تین سندھ میں رہ گئے سندھ کے لوگوں نے ان کی تبلیغ کے سبب اسلام قبول کیا اور ان صحابہ کرام نے اسلام کے احکام سکھائے، بعد ازاں سندھ میں انتقال کر گئے اور ان کی قبریں آج بھی سندھ میں موجود ہیں۔

مذکورہ روایت کو نقل کر کے قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں کہ کسی دوسری کتاب میں یہ روایت نہیں ملی اور نہ کسی دوسرے ذریعے سے اس کی تائید ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سی جمع الجوامع میں موجود ہے امام سیوطی کی جمع الجوامع میں تو مذکور نہیں ہے۔ گویا چھ اور سات ہجری میں کسی صحابی کا سندھ کی طرف دعوت اسلام لے کر آنا ثابت نہیں ہے البتہ اس عرصہ کے آٹھ، نو سال بعد خلافت

فاروقی کے ابتدائی دور میں عرب سے مسلمانوں کے ہندوستان آنے کی مستند روایت موجود ہے اور اسی زمانہ میں باب الہند بحرین سے مسلمانوں کی رضاکارانہ فوج بمبئی، گجرات اور دیبل آئی، اور ہند، سندھ کے بعض ساحلی مقامات پر کسی صحابی کے آنے کی جو روایت مشہور ہے وہ بھی تاریخی اعتبار سے غیر مستند ہے۔[5] مذکورہ تین قبور میں سے دو قبور صوبۂ سندھ کے شہر سکھر میں ہیں جبکہ ایک قبر شکارپور میں واقع ہے۔ ان قبور میں سے ایک قبر عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی بتائی جاتی ہے۔ تاریخ طبری میں صریح روایت موجود ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے 17 ہجری میں حضرت عمرو بن عبسہ کو اہراد کا حاکم مقرر کیا۔[6] مذکورہ روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ من گھڑت واقعہ ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو حاکم مقرر کیا ہے تو ان کا نام واپس حجاز جانے والے دو صحابہ میں شامل ہونا لازم آتا ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد دور دراز ممالک میں اسلام کا چرچا ہوا تو ہند کے بعض مذہبی طبقوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک تحقیقاتی وفد بھیجا اور ایک راجہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں تحفہ بھیجا، چوتھی صدی کے مشہور سیّاح بزرگ بن شہریار[7] نے اپنی کتاب عجائب الہند میں لکھا ہے کہ جنوبی ہند اور اس کے جزیرہ سراندیپ کے جوگیوں اور سنیاسیوں نے ایک تحقیقاتی وفد حضور ﷺ کی طرف بھیجا لیکن یہ وفد چند رکاوٹوں کی وجہ سے اس وقت پہنچا جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا اور اس وقت حضرت ابو بکر صدیق کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق موجود تھے وفد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معلومات حاصل کیں اور آپ نے ان سے شرح وبسط سے باتیں کیں، واپسی پر مکران کے قریب اس شخص کا انتقال ہو گیا، اس کے ساتھ ایک ہندوستانی نوکر تھا وہ تنہا سراندیپ پہنچا اور اس نے لوگوں سے سارا ماجرا بیان کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع اور خاکساری کا حال بیان کیا اور بتایا کہ وہ پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں اور مسجد میں بلا تکلف سو جاتے ہیں اس کا اثر اہل سراندیپ پر اچھا پڑا جس کی وجہ سے آج بھی وہ لوگ مسلمانوں سے محبت رکھتے ہیں۔[8]

عہد خلافت راشدہ میں برصغیر میں صحابہ کرام کی آمد

علّامہ بلاذریؒ نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے 15 ہجری کو حضرت عثمان ابی العاص ثقفی کو عمان کا حاکم مقرر کیا، حضرت عثمان ثقفی نے اپنے بھائی حَکَم کو بلا کر بحرین بھیج دیا اور خود عمان پہنچ کر متطوّعین اور فدائیان اسلام کی فوج تیار کی اور اس کی قیادت اپنے بھائی حَکَم کو دے کر ہندوستان روانہ کیا اس مہم میں حَکَم ثقفی نے تھانہ (بمبئی) اور بھڑوچ (گجرات) پر حملے کئے اور فتح یاب ہوئے، اسی طرح اپنے بھائی مغیرہ بن ابی العاص کی زیر قیادت ایک بحری فوج دیبل[9] روانہ کی جہاں سے اسلامی لشکر کہ فتح ہوئی۔ البتہ چچ نامہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ شہید کر دیے گئے تھے۔ یہ جنگی محاذ آرائی حضرت عمر کے علم و منشاء کے خلاف تھیں اس لئے لشکر کی واپسی پر حضرت عثمان ثقفی کے اس اقدام کو ناپسند کیا اور تہدید آمیز خط لکھا پھر عہد فاروقی میں کوئی جنگی کاروائی ہند، سندھ پر نہیں ہوئی۔[10] عہد قدیم میں ابلہ ارض الہند اور فرج السند کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ابلہ کی فتح کے بعد حضرت غزوان بن عتبہ نے حضرت عمر کی طرف مکتوب روانہ کیا جس میں تحریر تھا:

فَإِنَّ اللهَ وَ لَهُ الحَمدُ فَتَحَ عَلَينَاالأُبلَةَ وَهِيَ مرقى سَفنِ البَحرِ مِن عُمَّانَ وَالبَحرِينِ وَفَارِسَ وَالهِندَ وَالصِّينَ۔[11]

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ابلہ پر فتح دلائی، یہ علاقہ بحرین، عمان، فارس، ہند اور چین سے آنے والوں کی بندرگاہ ہے۔"

حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاری نے مکران فتح کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنانے کے لئے، مال غنیمت کے خمس کے ساتھ حضرت صحار بن عباس عبدی کو بھیجا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کے حالات کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ نے انتہائی خوبصورتی اور لطیف پیرائے میں اس علاقے کی منظر کشی کی:

يَا اَمِيرَ المُؤمِنِينَ اَرضٌ سَهلُهَا جَبَلٌ وَ مَاؤُهَا وَشَلٌ وَ تَمرُهَا دَقَلٌ وَ عَدُوُّهَا بَطَلٌ وَ خَيرُهَاقَلِيلٌ وَ شَرُّهَا طَوِيلٌ وَ الكَثِيرُ بِهَا قَلِيلٌ وَ القَلِيلُ بِهَا ضَائِعٌ وَ مَا وَرَاءَهَا شَرٌّ فَقَالَ عُمَرُ اَسَجَّاعٌ اَم مُخبِرٌ؟ فَقَالَ : لَا ، بَل مُخبِرٌ۔[12]

"اے امیر المؤمنین اس کی زمین پہاڑی ہے اور اس کا پانی کھارا ہے اور اس کے پھل کڑوے ہیں اور اس کے دشمن باغی ہیں بھلائی قلیل ہے اور شر طویل ہے کثیر لشکر لے گئے تو بھوکے مر جائیں گے اور قلیل لشکر ضائع ہو جائے گا اور اس کے علاوہ شر ہی شر ہے تو حضرت عمر نے ارشاد فرمایا تم مخبر ہو یا رعایتِ سجع کرنے والے تو انہوں نے عرض کی کہ نہیں، بلکہ مخبر ہوں۔"

عیون الاخبار میں یہی جملے کسی نامعلوم شخص کی زبانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کئے گئے۔[13] ایک روایت میں یہ جواب حضرت حکیم بن جبلہ عبدی[14] نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ اس حوالے سے آپ حضرت صحار عبدی کے بعد دوسرے سیاح ہیں جو سندھ آئے۔ حضرت صحار اور آپ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ہم عصر تھے اور ملاقات بھی ثابت ہے۔[15] حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سندھ کی طرف توجہ فرمائی اور مخبری کے لئے حضرت حکیم بن جبلہ عبدی کو بھجوایا گیا تاکہ وہ ملکی حالات کا جائزہ پیش کریں، حکیم بن جبلہ نے جو رپورٹ پیش کی اس میں حالات کا تقاضا یہی تھا کہ اس طرف جنگی محاذ آرائی سے اجتناب کیا جائے اس لئے مزید کاروائی نہیں کی۔ حضرت علی کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے 30 ہجری میں حارث بن مرّہ عبدی کو اجازت دی کہ وہ متطوّعین کی ایک جماعت لے کر ہند کا رخ کریں چنانچہ انہوں نے ہند کے شمالی مغربی سرحد پر حملہ کیا اور مال غنیمت حاصل کیا مگر بعد میں قیقان کے ایک معرکہ میں حارث بن مرّہ اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔[16] مذکورہ بالاہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے عہد میں حضرات صحابہ کرام کا ورود سندھ کی سرزمین پر ہو گیا تھا اور اس عہد میں بعض صحابہ اس سرزمین میں پیوند خاک بھی ہوئے۔

جنوبی پنجاب کا حدود اربعہ

جنوبی پنجاب میں ریاست بہاولپور نہایت ہی اہمیت کی حامل رہی ہے تاریخ میں اگرچہ صراحت سے اس کا تذکرہ نہیں ملتا، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی خاص نام نہیں تھا۔ تاہم کتبِ تواریخ میں کچھ ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے کچھ اشیاء کے قدیم ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے تاہم موجودہ نقشے پر ان کے آثار نہیں ہیں، مثلاً دریائے ہاکڑہ وغیرہ۔ بہاولپور سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر اُوچ شریف موجود ہے جس کا پرانا نام اسکلندہ بتایا جاتا ہے اس کا تذکرہ قدیم تاریخی کتب میں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک قدیمی شہر ہے۔ عہدِ قدیم میں سندھ پانچ صوبوں میں منقسم تھا جن میں سے ایک صوبہ ملتان تھا۔ صوبہ ملتان پانچ اضلاع کمبھ، اشہار، بدھاپور، کرور اور سکہ پر مشتمل تھا۔ صوبے کے حکمران کو رانا کہا جاتا تھا اور راجا کو رائے کہا جاتا تھا جبکہ اس وقت سندھ کا مرکزی دارالحکومت اروڑ تھا۔[17] عام طور پر ان حدود کے باشندوں کو اہل عرب، سندھی سمجھتے اور سندھی کہتے تھے۔[18] جنوبی پنجاب ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژن پر مشتمل ہے۔ بہاولپور ڈویژن میں بہاولپور، بہاولنگر اور رحیم یار خان تین اضلاع شامل ہیں۔ ملتان ڈویژن میں ملتان، خانیوال، وہاڑی، لودھراں کے اضلاع پر مشتمل ہے، جبکہ ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں ڈیرہ غازی خان، لیہ، راجن پور، مظفر گڑھ کے اضلاع شامل ہیں۔

ملتان اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں صحابہ کرام سے منسوب قبور

ملتان ایک قدیمی شہر ہے جس کا تذکرہ کتبِ تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ شہر اور اس کے مضافات میں کسی صحابی سے منسوب کی کوئی قبر موجود نہیں ہے۔ ڈیرہ غازی کے خان کا شہر بنوں کا تذکرہ بھی تاریخی کتب میں ملتا ہے وہاں پر بھی اس طرح کی کوئی چیز منسوب نہیں۔ دیگر علاقوں میں مجموعی طور پر چار مقامات چھ قبور کو صحابہ کرام کی منسوب طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک قبر میں دو صحابہ محوِ استراحت ہیں تو اس طرح ملتان اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں کل سات صحابہ کرام سے منسوب مدفن موجود ہیں۔

1 سہل بن عدی انصاری

سہل بن عدی بن مالک بن حَرَام بن خَدِیج بن معاویہ بن مالک بن عمرو بن عوف بن الخزرج الانصاری۔[19] آپ کی والدہ کا نام امّ عثمان بنت معاذ بن فروۃ الخزرجیۃ ہے۔[20] آپ کا تعلق مدینہ کے مشہور قبیلہ خزرج کے بنو عوف سے ہے۔ جنوبی پنجاب میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منسوب قبور میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ عوام الناس میں مشہور ہے کہ آپ کا شمار بدری صحابہ میں ہوتا ہے۔[21] آپ اپنے بھائیوں حضرت ثابت، حضرت حارث اور حضرت عبدالرحمٰن کے ہمراہ غزوہ احد میں شریک تھے۔[22] مذکورہ صدر روایت کے علاوہ آپ کے صحابی ہونے کے متعلق کوئی صریح دلیل نہیں ملتی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 23ھ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا کہ حضرت سہل بن عدی انصاری کو مکران کا والی مقرر کیا جائے، چنانچہ سہل بن عدی انصاری مکران گئے اور اس کے گرد و نواح کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سہل بن عدی اور دیگر اَصحاب رسول ﷺ نے مکران اور اس کے اطراف کے متعدد علاقے فتح کئے جو اس وقت پاکستان کے موجودہ صوبۂ بلوچستان کا حصہ ہیں۔ ارض پاکستان کی یہ بڑی خوش بختی ہے کہ یہاں ایک بدری صحابی رسول ﷺ کی آمد ہوئی اور ان کا مدفن بھی ارض پاک میں موجود ہے۔[23]

ڈویژن ڈیرہ غازی خان کے ضلع راجن پور کی تحصیل جام پور کے جنوب مغربی پہاڑی پر ایک مزار واقع ہے جس کے بارے میں مقامی لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت سہل بن عدی کا مدفن ہے۔ تاریخ اس بارے میں چپ سادھ لیتی ہے کہ آپ کی طبعی وفات ہوئی یا شہادت ہوئی اور جائے تدفین کہاں ہے اور آپ یہاں کب اور کیسے پہنچے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ 1970ء میں یہاں کبار علمائے کرام آئے اور بذریعہ کشف تصدیق کی تھی کہ یہ حضرت سہل بن عدی انصاری کا مدفن ہے بعد ازاں اس قبر پر مستقل طور پر تعمیر کرائی گئی۔[24] آپ 17 ہجری کو مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے اور اپنی بہادری کے کارنامے سر انجام دیتے ہوئے مختلف علاقے فتح کئے اور مختلف جنگ اور مقامات سے ہوتے ہوئے مذکورہ مقام پر 23 ہجری کو تشریف لائے۔ آپ کی وفات 27 ہجری 9 ذی الحجّہ کو ہوئی۔

مدفن دَرّہ کاہان سلطان پر کھلی فضا میں موجود ہے جو کسی عمارت یا چار دیواری میں منحصر نہیں بلکہ پتھروں کے ذریعے گولائی میں احاطہ کیا ہوا ہے تاکہ زائرین ادب کا لحاظ کرتے ہوئے مزار پر جوتا انحصار کے باہر اتار کر آئیں۔ زائرین کے لئے مزار کے آس پاس کسی قسم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ دور دراز سے آنے والے زائرین کے لئے رہائش گاہ تو کیا کہیں پانی کا انتظام بھی موجود نہیں۔ وضو کرنے کے لئے

اس پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت "دریائے کاہا" بہتا ہے۔ دریا کا پانی چشمے کی صورت میں پہاڑی کی نیچے خوبصورت منظر پیش کرتا ہے۔ چشمہ کا پانی دیکھنے میں نہایت ہی صاف شفاف اور پینے میں خوش ذائقہ اور مفید معلوم ہوتا ہے۔

درّہ کی ابتدائی پہاڑی کے اوپر آتے ہی پہاڑی کے عین کنارے پر ایک پتھر موجود ہے جس پر عربی اور ہندی تحریر ہے شائد یہ تحریر تلوار سے لکھی گئی ہے جسے عام نگاہ سے پڑھ پانا مشکل ہے تاہم جدید ٹیکنالوجی سے شائد سمجھا جاسکے کہ اس پر کیا تحریر ہے پتھر پر موجود عربی وہندی تحریر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہ پتھر قدیم ہے۔ اس مزار پر غیر مقامی زائرین کا بغیر سیکیورٹی گارڈز کے جانا اپنی جان ومال کو خطرے میں ڈالنے سے کم نہ ہوگا۔ کیونکہ وہاں کے مقامی باشندے جن کی قوم بلوچ بتائی جاتی ہے ان کی ذرائع آمدن لوٹ مار ہے اور یہاں آنے والے زائرین کا انہیں ذرا احساس نہیں ہوتا کہ کہاں سے آرہے ہیں اور واپس کیسے جائیں گے۔ مشہور زمانہ چھوٹو گینگ کا تعلق اسی علاقہ سے بتایا جاتا ہے۔

2 حضرت عبداللطیف

حضرت عبداللطیف کا مزار مبارک روجھان شہر بستی میر اپور میں واقع ہے اور آپ صحابی رسول ﷺ مشہور ہیں۔ مقامی لوگوں سے اس کے علاوہ آپ کے بارے میں کوئی روایت نہ مل سکی۔ مدفن کی انتظامی صورت حال اور قرب جوار کے ماحول سے محسوس ہوتا ہے کہ غیر مقامی زائرین کی بہت کم تعداد آتی ہوگی۔ مزار پر پانی وغیرہ کا انتظام نہیں ہے۔ 2019ء میں مدفن پر مزار تعمیر کیا گیا قبل ازیں مدفن بغیر چھت اور تعمیر کے موجود تھا۔ مدفن ڈویژن ڈیرہ غازی خان، ضلع راجن پور کی تحصیل روجھان میں بستی میر اپور اور روجھان ریلوے اسٹیشن سے تقریباً چار کلو میٹر کے فاصلے پر یہ قبر واقع ہے۔ قبر کی لمبائی 10.7 فٹ اور بلندی 3.7 فٹ ہے۔

3 قبیلة السھول کی تین قبور میں مدفون چار اَصحاب

ضلع وہاڑی کی تحصیل میلسی کے جنوب مشرق میں 13 کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے ستلج کے کنارے "فتح پور" نامی ایک قصبہ آباد ہے۔ قصبہ کے قبرستان میں بغیر چھت کے چادر دیواری کے حصار میں تین قبور موجود ہیں جن کے متعلق اہل علاقہ اور مقامی علماء کا وثوق سے کہنا ہے کہ تینوں قبور صحابہ کرام کی ہیں۔ جب یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ قبریں صحابہ کرام کی ہیں تو ذہن میں مختلف سوالات جنم لیتے ہیں۔ اہل علاقہ کو کیسے معلوم کہ یہی قبور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ہیں کیونکہ وہاں کسی صحابی کا نام یا تعارف موجود نہیں ہے۔ معلومات اور فاتحہ خوانی کے سلسلے میں جب قبور پر جانا ہوا تو صدری روایات سے سطحی اور غیر مستند معلومات میسر آئیں۔ اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ یہ حضرات دریائے ستلج کے کنارے کے قرب وجوار میں دفن تھے۔ پانی کے بہاؤ اور دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے دریا ان حضرات کی قبور کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ تقریبا ایک صدی قبل فتح پور کے قریبی علاقہ "چوں جانڑیاں" سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ عالم دین عنایت اللہؒ نے خواب دیکھا کہ اَصحاب قبور ان سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے شاگرد اور اَصحاب میں سے ہیں اور ہمیں دریا کے پانی سے پریشانی ہو رہی ہے لہٰذا ہمیں یہاں سے کسی اور جگہ منتقل کردیں۔

نیند سے بیدار ہوئے تو ان کے لئے یہ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا کہ قبرستان میں کون سی قبور حضرات صحابہ کرام کی ہیں جو میرے خواب میں آئے تھے۔ بدستور تین دن تک ان بزرگ کو خواب آتا رہا اور تیسرے دن بزرگ نے گزارش کی کہ ہمیں قبروں کی تعیین نہیں

ہو رہی اس لئے ہم ڈھونڈ نہیں پائے، تو خواب میں ہی ان حضرات نے ان قبور پر خط کھینچا۔ جب صبح وہ بزرگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان قبور پر وہ خط موجود تھا۔ تعیین کے بعد اُن حضرات کو دریائے ستلج کے کنارے موجود قبروں سے نکالا گیا۔ اس وقت کے تمام اہلیان علاقہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی، جن کا جسم بھی بالکل تر و تازہ اور کفن بھی بالکل صاف ستھرا تھا، بالآخر ان حضرات کو فتح پور کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

چار دیواری میں تین قبریں موجود ہیں جبکہ بتایا جاتا ہے کہ یہاں چار صحابہ کرام مدفون ہیں اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ دریائے ستلج کے کنارے سے جب ان حضرات کو قبور سے نکالا گیا تو ایک قبر میں دو صحابہ کرام مدفون تھے تو منتقلی کے وقت بھی اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے اسی ترتیب سے دو صحابہ کرام کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور یہ قبر تینوں قبور کے درمیان میں ہے اور ممتاز ہے۔ دوسری جگہ منتقلی کا واقعہ تقریبا ایک صدی پہلے کا ہے۔ صدری روایات کے مطابق صاحب قبور صحابہ کرام ہیں اور ان کا تعلق **قبیلة السهول** سے ہے۔ لیکن یہ بات عقل تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ جن کی قبروں کا بھی لوگوں کو تعین نہ تھا اور عام قبروں کی طرح صدیوں نامعلوم ہی رہیں اور صدیوں بعد صاحب مزار کے جسد مبارک کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا گیا اس کے باوجود قبیلہ کا تعین کس نے کب اور کس کی روایت سے کیا اور یہ صدری روایت کب سے چلی آرہی ہے۔

قبرستان میں ھت کے بناچار دیواری میں محصور **قبیلة السهول** سے تعلق رکھنے والے اَصحاب رسول ﷺ سے منسوب تین قبور موجود ہیں۔ قبرستان ضلع وہاڑی کی تحصیل میلسی کے قصبہ فتح پور سے تقریبا 8 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مزار کے اندر داخل ہوتے ہی صاحب مزار کے پاؤں کی جانب کھڑے ہوں تو جو قبر دائیں جانب ہے اس قبر مبارک کی لمبائی 9.2 فٹ اور بلندی 3.1 فٹ ہے۔ درمیانی قبر میں دو صحابہ کرام دفن ہیں اس کی لمبائی 9.11 فٹ اور بلندی 4.6 فٹ ہے۔ بائیں جانب والی قبر کی لمبائی 9.2 فٹ اور بلندی 3.3 فٹ ہے۔ ذاتی مشاہدہ اور تجربہ یہ ہوا کہ راقم نے قبور کے پہلو میں بیٹھ کر چند لمحات کے لئے انکھیں بند کیں تو فرحت و شادمانی کا احساس ہوا۔

4 کوٹ اڈو

کوٹ اڈو شہر کے مغربی سمت کھِڑ کی نامی ایک بستی ہے۔ بستی میں واقع کھِڑ کی ہائی سکول کے عقبی جانب قبرستان میں عام قبور سے قدرے طویل ایک قبر ہے جس کے بارے میں مشہور کہ یہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی قبر ہے۔ مدفن پر کسی قسم کا کوئی تعمیراتی کام نہیں ہے۔ جستجو سے معلوم ہوا ہے کہ چند سال پہلے تک قبرستان میں کسی صحابی کی موجودگی سے متعلق اہل علاقہ میں اس قسم کی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ شہر کے عوام و خواص اور گورکن حضرات نے کوٹ اڈد میں کسی صحابی کے مدفن سے متعلق مکمل لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

کوٹ اڈو شہر کے باشندوں سے مزید معلوم ہوا ہے کہ شہر میں اہل سنت کی عالمی تنظیم فیضانِ مدینہ کے زیرِ اہتمام ایک دینی درسگاہ قائم ہے۔ فیضانِ مدینہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ نے مذکورہ قبرستان میں کشف قبور کے ذریعے ایک صحابی کی قبر کی نشاندہی کی فرمائی ہے۔ تنظیم فیضانِ مدینہ سے وابستہ حضرات اس بات کی شدومد سے تشہیر کر رہے ہیں کہ مذکورہ قبر صحابی رسول ﷺ کی ہی ہے۔ فاتحہ خوانی کے لئے راقم نے خود بھی فیضانِ مدینہ کے ساتھی کے ہمراہ کھِڑ کی قبرستان میں حاضری دی ہے۔ صحابی رسول ﷺ ہونے کی واحد دلیل یہ ہے کہ مذکورہ قبر عام قبور سے خاصی طویل ہے۔

ضلع بہاولپور میں صحابہ کرام سے منسوب قبور

مقالہ ہٰذا کے مندرجات کو مستند تاریخی شواہد کے ذریعے ثابت کرنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ معاصر محققین اور مصنفین نے صدری روایات کا ہی سہارا لے کر انہیں صحابی تسلیم کیا ہے کیونکہ صد ہا برس سے منتقل ہوئی روایات کا ان کار بھی تو صد ہا برس پہلے کی تواریخ سے کیا جا سکتا ہے جن کا تذکرہ عمومی طور سندھ یا مکران وغیرہ کے ضمن میں آیا ہے وگرنہ اس وقت علاقوں کا تعین تو تھا نہیں کہ بعینہ اسی جگہ کا تذکرہ کیا جاتا۔ ضلع بھر میں مجموعی طور پر چھ مقامات پر پندرہ قبور صحابہ کرام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جس میں سے ایک قبر مختلف فیہ ہے اور دو قبور تابعین کی اور ایک قبر محمد بن قاسم کے قافلے کے ساتھ آنے والے کی بتائی جاتی ہے۔

1 اَحمد شیر صحاب

اَحمد شیر صحاب کا مدفن بہاولپور کی تحصیل خیرپور ٹامیوالی میں واقع ہے۔ موصوف کے متعلق مشہور ہے کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ صاحب قبر احمد شیر صحاب کے نام سے مشہور ہیں۔ چونکہ قبر نو گز طویل ہے اس لئے عوام میں آپ نوگزا پیر کے نام سے بھی موسوم ہیں۔[25] آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کفار کے مقابلے میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔[26]

آپ کی آخری آرامگاہ بغیر کسی تعمیر کے صحراء موجود ایک ٹیلے کے نیچے صحرائی جھاڑیوں میں محصور ہے۔ مدفن پر تنہائی کا عالم رہتا ہے اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ زائرین کی بہت کم تعداد زیارت اور فاتحہ خوانی کے لئے آتی ہو گی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ قبر اہل علاقہ کے چند افراد کے علاوہ عوام میں معروف نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دور دیکھنے سے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہاں پر کوئی مزار مبارک بھی ہو سکتا ہے۔ وحشت صحرائی اور تنہائی کے باوجود مدفن پر زائرین کو قلبی سکون میسر آتا ہے۔ مدفن ضلع بہاولپور، تحصیل خیرپور ٹامیوالی، موضع احمد میکلھی، بستی غریب شاہ میں حضرت غریب شاہ علیہ الرحمۃ کی دربار سے مشرق کی جانب صحراء میں تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر ایک ریت ٹیلے کے دامن میں واقع ہے۔ قبر کی لمبائی 27.2 فٹ اور بلندی 3.1 فٹ ہے۔

2 حضرت علی اَصحاب (سات قبور)

مزار حضرت علی اَصحاب یا ست اَصحاب کے نام سے مشہور ہے۔ مزار کے احاطے میں سات قبریں موجود ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ ان قبور میں صحابہ کرام آرام فرما رہے ہیں۔ اہل علاقہ میں آپ حضرت علی اَصحاب یا ست اَصحاب کے نام سے ہیں لیکن ان سے اَصحاب قبور کے نام سننے میں نہیں آئے۔ پچھلی صدی کے مصنف نے لکھا ہے کہ ان میں سے کچھ کے نام بھی بتائے جاتے ہیں، مثلاً اَحمد، گل، ذکریا اور مبارک وغیرہ۔[27] اَصحاب مزار کے بارے میں کئی مختلف صدری روایات ہیں۔ اہل علاقہ بڑے وثوق سے بتاتے ہیں کہ یہ صحابہ کرام کی قبور ہیں جو یہاں تبلیغ اسلام کے لئے آئے تھے اور مخالفین اسلام کو یہ بات ناگوار گزری تو ان کے ساتھ باہم تصادم ہوا اور واصل بحق ہوئے۔ دوسری روایت یہ ملتی ہے کہ یہ حضرت علی کے اَصحاب تھے اور صحابی تھے یا تابعی تو ضرور تھے۔ تبلیغ اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔[28]

مذکورہ افراد سے متعلق ایک دیومالائی روایت یہ بھی ملتی ہے کہ ان کے سر تن سے جدا تھے اور اسی حالت میں پتہ نہیں کہاں سے جنگ کرتے کرتے اسی جگہ پر جنگل تھا جہاں پر اس وقت ان کی قبریں موجود ہیں درختوں پر تشریف فرما ہوئے۔ ان کے شجرہ نسب کے بارے

میں اہل علاقہ میں یہ بات مشہور ہے کہ ان کا شجرہ نسب نوابوں کے پاس موجود تھا جو کہ اسی علاقہ کے رہائشی تھے پھر ان کی باہمی خانی جنگی کی وجہ سے وہ شجرہ نسب لے کر شہر کہروڑ پکا رہائش پذیر ہو گئے اور باوجود کوشش اور منت سماجت کے انہوں نے کسی کو بھی اس شجرہ نسب تک رسائی نہ دی۔

مذکورہ روایت کے مندرجات من گھڑت محسوس ہوتے ہیں۔ عباسی خاندان تو اس علاقہ میں صحابہ کرام کی شہادت کے کئی صدیوں بعد آباد ہوئے تو انہوں نے ان کا شجرہ نسب کہاں سے حاصل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اٹھارویں صدی عیسوی میں عباسی خاندان کی دو شاخیں تھی ایک امیر کلہوڑا خان اور دوسری امیر داؤد خان۔ یہ دونوں بھائی تھے ان کی اولاد کے درمیان بھیانک قسم کا تنازعہ ہوا اور اس وقت امیر کلہوڑا خان کی اولاد کا زور تھا اس وجہ سے امیر داؤد خان کی اولاد کو علاقہ چھوڑ کر جانا پڑا اس جماعت کو تاریخ میں داؤد پوتر گان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان حقائق کو مسخ کر کے انہوں نے روایات کو صاحب مزار کے شجرہ نسب کے ساتھ جوڑ دیا۔[29]

ایک روایت یہ ملتی ہے کہ یہ حضرت رقیہؓ بنت علی المعروف حضرت بی بی پاکدامن[30] کے قافلے کے ساتھ آئے۔ واقعہ کربلا کے بعد جب حضرت رقیہ بنت علی رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی تو انہوں نے اسی ارض مقدس کی طرف رخ کیا اور یہ صحابہ کرام انہی کے قافلے کے ساتھ تھے۔ حضرت بی بی پاکدامن کے مزار کے قرب پانچ قبور اور بھی موجود ہیں جن کے بارے میں عوام میں اب یہی مشہور ہے کہ وہ ان کے خاندان کے افراد تھے۔ حالانکہ حضرت بی بی پاکدامن کا مزار خود قابل تحقیق ہے کہ روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ واقعی حضرت علیؓ کی صاحبزادی حضرت رقیہ بنت علی کا ہی مزار ہے یا حضرت سید احمد توختہ[31] کے خاندان کے افراد مدفون ہیں۔

ہر سال یکم تا تین محرم الحرام عرس کا اہتمام ہوتا ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جیٹھ کے مہینے میں ہر جمعہ کو یہاں میلہ لگتا ہے جس میں تقریباً پانچ سو کے قریب افراد جمع ہوتے ہیں۔[32] مزار کی عمارت کے باہر صحن میں ایک جگہ ہے جہاں درخت کی جڑیں گول ٹہنی کی طرح زمین کے اوپر موجود ہیں اور اس کے عین قریب ہی جگہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت محکم الدین سیرانی[33] رحمۃ اللہ علیہ نے اس جڑ کے نزدیک مخصوص مقام پر چلّا کاٹا۔ اس جڑ کے بارے میں اہل علاقہ میں مشہور ہے کہ جو بھی اس جڑ کے اندر سے گزر کے سات چکر لگائے گا اور جو بھی دعا یا منت مانے گا وہ پوری ہو گی۔

مشہور ہے کہ جو شخص یہاں دلی مراد لے کر "نوراتے" بیٹھتا ہے اس کی مراد ان کے توسل سے پوری ہوتی ہے۔ یہاں پر مجنون افراد کو نو دن پاؤں میں ہتھکڑیاں ڈال کر باندھ دیا جاتا ہے۔ نو دنوں کے دوران ہتھکڑی از خود کھل جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مریض اب صحتیاب ہو گیا ہے۔ دیگر مذاہب بالخصوص ہندو بھی یہاں آکر نوراتے بیٹھتے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق برت اور روزے رکھتے ہیں۔ معتقدین کی ایک کثیر تعداد یہاں چلّے کاٹنے آتی ہے۔ عوام کا اعتقاد اس قدر راسخ ہے کہ بدقماش حضرات بھی منّتیں مانتے ہیں اور مذموم مقاصد میں کامیابی پر منّتیں ادا کرتے ہیں۔ اس جگہ کی مٹی کے بارے میں لوگوں اعتقاد راسخ ہو چکا ہے کہ یہ مویشیوں کے مختلف بیماریوں میں مؤثر ہے۔ لوگ یہاں سے مٹی لے جاتے ہیں اور اس وقت کا سوّا روپیہ بطور فیس متولی کو دیتے تھے۔[34] دھاگہ باندھ کر منت ماننے والی رسم اس مزار پر بھی دیکھنے میں آتی ہے۔

محکمۂ اوقاف کی جانب سے مزار کے مخصوص احاطے میں خواتین کا جانا ممنوع ہے ضلع بہاولپور تھانہ مسافر خانہ سے بستی کلانچ والا جاتے ہوئے ریلوے لائن پار کر کے نہر آتی ہے اس نہر سے مشرق کی جانب تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر دائیں جانب قبرستان آتا ہے اس قبرستان میں ان صحابہ کرام کی آرام گاہ ہے۔ مزار میں موجود ساتوں قبور کی لمبائی 42.6 فٹ اور بلندی 1.6 فٹ ہے۔ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ سات نو گزی لمبی قبور موجود ہیں حالانکہ یہ اس وقت 9 گز سے کہیں زیادہ لمبی ہیں۔[35] 1357ھ کے ایک مطبوعہ میں تحریر ہے کہ 5 قبور لمبائی میں 9 گز کی ہیں اور ایک قبر 3 گز کی اور ایک کے اب نشانات بھی موجود نہیں۔[36] مصنف لکھتے ہیں کہ ان سات قبور کی لمبائی زیادہ سے زیادہ 9 گز اور کم سے کم 3 گز ہے اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ان قبروں کی لمبائی تیس تیس، چالیس چالیس فٹ ہے۔[37]

3 قلعہ دیراوڑ (چار قبور)

قلعہ دیرواڑ کے قریب صحابہ کرام سے منسوب چار قبور موجود ہیں جن کے کتبوں پر بالترتیب حضرت طاہر، حضرت جوّاد، حضرت جوّار، حضرت طیّب نام کندہ ہیں۔ صدری روایت ہے کہ اس جماعت کو رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام اور تجارت کی غرض سے چھ یا سات ہجری کو بھیجا تھا جن میں ایک صحابی کا نام بطور امیر جماعت نمایاں ہے۔ پہلے یہ جماعت سندھ آئی، اس کے بعد جنوبی ہند کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں ہندوؤں کے مراکز میں جاکر لوگوں کو اپنے حسنِ اخلاق اور معاشرتی عملی نمونوں سے اسلام کی راہ دکھائی اور تبلیغ اسلام کے لئے انہوں نے اپنی پہلی کوشش پوپلا قوم کے لوگوں کو دعوت اسلام دینے پر کی۔ اسی اثناء میں صحابہ کرام نے اپنے قافلے کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور صحابہ کرام کی ایک جماعت ایسی آبادی میں پہنچی جہاں ایک قلعہ بھی تھا جو کہ "چانڈہ کھانڈہ"[38] کے نام سے معروف ہے۔

اس مختصر جماعت نے اپنی تبلیغی مہم کو جاری رکھا اور معمول کے مطابق وہاں کے راجہ نے ان کی مخالفت کی اور ان کے ساتھ جھڑپ ہوئی اور صحابہ کرام کی جماعت میں سے چار صحابہ کرام شہید ہوئے اور انہیں اسی جگہ دفن کیا گیا۔ صحابہ کرام کی اس جماعت کا مقصد ہر گز جہاد کرنا نہیں تھا بلکہ یہ تو عارضی جھڑپ تھی جو مخالفین اسلام کی قلبی عداوت کے سبب پیش آئی اور نتیجے میں صحابہ کرام کی جماعت میں سے چار صحابہ کرام شہید ہو گئے اور پاکستان کی زمین کو پہلی بار کسی صحابی کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔[39] مصنف کے یہ الفاظ کے چار آدمی شہید ہوئے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صحابہ کرام کی یہ جماعت چار آدمیوں سے زیادہ پر مشتمل تھی کیونکہ اگر جماعت میں صرف یہی صحابہ کرام ہوتے تو کہا جاتا کہ جماعت میں موجود تمام صحابہ کرام شہید ہو گئے تعداد کا تعیّن نہ کیا جاتا۔ اسی طرح اس جماعت میں باقی صحابہ کرام یا تو عرب واپس چلے گئے یا پھر یہیں رہ کر تبلیغ اسلام کا کام سرانجام دیتے رہے اور ہو سکتا ہے آس پاس کے علاقوں میں موجود جو صحابہ کرام کی نامعلوم قبریں ہیں شائد انہی کی ہوں۔ واللہ اعلم

آپ تبلیغ اسلام کے لئے یہاں تشریف لائے اور کفار کے مقابلے میں جنگ کرتے ہوئے یہاں شہید ہوئے اور یہیں آپ کو دفن کر دیا گیا۔[40] صدری روایت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے آپ اپنے اصل ناموں کے ساتھ منسوب کئے جاتے ہیں، مزید برآں ہر ایک صحابی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری کا نہ صرف عرصہ تحریر ہے بلکہ ان میں ایک کو امیر جماعت بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت طاہر عرصۂ خدمت رسول اللہ ﷺ 6 سال، حضرت جوّاد عرصۂ خدمت رسول اللہ ﷺ 16 سال، حضرت جوّار عرصۂ خدمت رسول اللہ ﷺ 21 سال اور حضرت طیّب عرصۂ خدمت رسول اللہ ﷺ 9 سال۔ حضرت جوار کو امیر جماعت ظاہر کیا گیا ہے۔

کتبوں پر کندہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نام لکھنے کا یہ اسلوب عجمی ہے، اہل عرب تو گھوڑوں کی نسلیں تک یاد رکھتے تھے۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ باپ اور دادا کے نام کا لاحقہ ضرور لگاتے ہیں، یا معروف نام مع کنیت اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مذکورہ کتبوں پر بغیر نسبت و کنیت کے نام کندہ ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو یہ اَصحاب فرضی ہیں یا پھر نام فرضی ہیں۔ اسی طرح ہر ایک کی آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرصۂ خدمت دیکھ حیرت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کے بارے میں روایات تو یہ ملتی ہیں کہ یہ چھ یا سات ہجری کسی قافلے کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور شہید ہوئے۔ جبکہ عرصۂ خدمت بالترتیب چھ، سولہ، اکیس اور نو سال درج ہے۔ اس سے ایک بات تو یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ان تمام کا شمار سابقون الاولون میں ہونا چاہئے اور ان کا نام بھی زبان زد عام ہونا چاہیئے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے کہ ان کا نام اوّل المسلمین میں تو کیا اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب میں ان سے ملتے جلتے ناموں کا تذکرہ تک بھی نہیں ہے۔

آثار و قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اَصحاب مزار میں سے ہر ایک کے نام اور آپ ﷺ کی خدمت کا عرصہ من گھڑت ہے۔ کتبہ تحریر کرنے والے نے مہارت سے جس کو امیر جماعت ظاہر کیا ہے اس کا عرصۂ خدمت سب سے زیادہ لکھا ہے تاکہ تحریر درست معلوم ہو۔ ماضی قریب تک قبور پر چھت اور چار دیواری نہیں تھی۔ راقم نے 2007ء میں قبور پر حاضری ہوئی تو یہ قبور بھی عام قبروں کی طرح کچی تھی لیکن اب ان کو پختہ اور طویل کرکے ان پر حجرہ تعمیر کر دیا گیا ہے۔ حالات جس ڈگر پر جا رہے ہیں قوی امید ہے کہ مستقبل قریب میں بہت بڑے عرس کا بھی اہتمام ہوا کرے گا۔ مزار کے احاطے میں پانی کے لئے ایک نلکا موجود ہے جس سے زائرین صرف وضو کر سکتے ہیں کیونکہ پانی کھارا ہے اور پینے کے قابل نہیں ہے۔ صحابہ کرام سے منسوب یہ قبور ریاست بہاولپور کے قلعہ دیراوڑ سے شمال مغرب کی جانب تقریباً نصف کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مذکورہ قبور ایک ہی عمارت کے اندر موجود ہیں اور ہر ایک قبر کے درمیان تقریباً 2.7 فٹ کا فاصلہ ہے۔ قبور کے درمیانی فاصلے میں ایک سنگ مرمر کی تختی لگائی گئی ہے جس پر " اَلصَّلٰوۃ وَ السَّلَامُ عَلَیکَ یَا اَصحٰبِ رَسُولِ الله " کندہ ہے۔ قبور لمبائی میں 13.6 فٹ اور چوڑائی 21 فٹ کے احاطے میں محدود ہیں، یعنی چاروں جانب کا ٹوٹل حصار 34.6 فٹ ہے۔ اولیائے بہاولپور کے مصنف نے لکھا ہے کہ قلعہ دیراوڑ کے قریب صحابہ کرام سے منسوب نو، نو گز کی لمبی قبریں موجود ہیں، [41] حالانکہ قبور کی اتنی طوالت تو اس وقت بھی نہیں ہے۔

4 محمود شہید یا موندے شہید

ضلع بہاولپور، تحصیل احمد پور شرقیہ سے تقریباً 5 میل کے فاصلے پر ایک بلند و بالا فصیل قلعہ کے آثار موجود ہیں جسے غالباً کہنہ قلعہ کہا جاتا ہے اس کی اونچی سطح پر ایک قبر موجود ہے و ہمحمود شہید یا موندے شہید کا مدفن ہے۔[42] عوام الناس میں مشہور ہے کہ صاحب قبر صحابی رسول ﷺ ہیں۔ چنانچہ ذکر کرام میں آپ کا نام موندے شہید سے مذکور ہے جبکہ اولیائے بہاولپور میں آپ کا نام حضرت محمود شہید کے نام سے مذکور ہے۔[43] روایت ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی تھے۔ جو 12 ہجری میں یہاں تشریف لائے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔[44] قبر تقریباً 9 گز طویل ہے۔

5 نور اَصحاب

ضلع بہاولپور ، قصبہ قائم پور میں تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک قبر موجود ہے جو نور اَصحاب کے نام سے مشہور ہے۔ صدری روایات کے مطابق کسی زمانے میں مزار کے مضافات میں گھنا جنگل ہوا کرتا تھا جہاں لوگ لکڑیاں کاٹنے اور چننے آتے تھے۔ کام کاج کے دوران ایک بار کسی نے ایک سر کٹی لاش دیکھی اور لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں کسی نے خواب دیکھا کہ یہ صحابی رسول ﷺ کا جسد خاکی ہے، چنانچہ اگلے روز اس کی قبر بنا کر اس پر ایک چبوترا تعمیر کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں میں ایسا خوف وہراس پھیلا کہ جنگل سے اب کوئی لکڑیاں کاٹنے کی جرأت نہیں کرتا۔ کچھ لوگوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی مگر لیکن وہ خوفزدہ ہوگئے یا کسی بیماری میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوگئے۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ موصوف کفار کے مقابلے میں شہید ہوگئے۔[45] مدفن تقریباً 9 گز لمبی قبر ہے۔

6 تَبر شہید یا طَبل شہید

ان کے نام کے متعلق اختلاف ہے کہ آپ کا نام تَبر ہے یا طَبل ہے۔ مزید ان کے بارے میں یہ بھی صراحت سے معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ صحابی ہیں یا تابعی ہیں۔[46] ریلوے لائن ٹِبّی عزّت اور مبارک پور کے درمیان ایک وسیع عریض قبرستان ہے جو ریلوے لائن کے دونوں طرف پھیلا ہوا ہے اس قبرستان میں ان کا مدفن ہے۔

ضلع رحیم یار خان میں منسوب صحابہ کرام کی قبور کا جائزہ

ضلع رحیم یار خان موجودہ صوبۂ سندھ کے سرحد سے شروع ہوتا ہے جو چند تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ صحابہ کرام کی یہاں آمد بعید از قیاس نہیں۔ ضلع رحیم یار خان میں مجموعی طور پر 9 قبور صحابہ کرام کی طرف منسوب ہیں۔

1 آدم صحاب

مزار مبارک ڈویژن بہاولپور، ضلع رحیم یار خان سے جنوب مغرب کی جانب تقریباً 12 کلو میٹر کی مسافت پر تحصیل احمد پور لمہ، بستی آدم صحاب کے قبرستان میں واقع ہے۔ یہ سات قبور ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب حقیقی بھائی تھے۔ عوام میں حد تواتر تک صحابی رسول ﷺ مشہور ہیں۔ مشہور ہے کہ آپ کفار کے مقابلے میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے بارے میں کوئی خاص روایت معلوم نہ ہو سکی۔[47] مشہور ہے کہ نواب آف بہاولپور میں سے کسی نواب کی طبیعت ناساز ہوگئی تو انہیں خواب میں بشارت ہوئی کہ مزار آدم صحاب پر حاضری دیں تو اللہ کے فضل وکرم سے شفایاب ہو جائیں گے، چنانچہ آپ کے توسل سے وہ نواب صاحب شفاء یاب ہوگئے تو انہوں نے ان کی مزارات کے نام چالیس قلعہ اراضی متعین کر دی۔ تمام قبور مختلف مقامات اور علاقوں میں ہیں یعنی یہ سات قبور کسی ایک احاطے میں محصور نہیں ہیں۔

قبور پر ہر سال 20 تا 21 ربیع الاول رسم عرس ادا کی جاتی ہے۔ عرس میں مسلم وغیر مسلم معتقدین کا جمّ غفیر ہوتا ہے۔ جاہلانہ رسومات مثلاً منت کے دھاگے اور منت کے تالے وغیرہ دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ رسمیں کوئی نئی نہیں ہیں۔ مزار کے اندر عورتوں کا جانا ممنوع ہے۔ زائرات کے لئے مزار کی جنوبی سمت برآمدہ مختص ہے جہاں خواتین جالی سے وہ زیارت کرتی ہیں۔ تعمیراتی بناوٹ سے معلوم ہوتا

ہے کہ خاصی قدیم عمارت ہے۔ عمارت کے بعض حصوں پر گارے مٹی کی جگہ سیمنٹ نے لی ہے تاہم بقیہ عمارت قدیم ہے۔ موجودہ قبر کی لمبائی 25.6 اور بلندی 3.7 فٹ ہے۔

2 پیر بئے صحابہ

ضلع رحیم یار خان میں قلعہ مؤومبارک سے جنوب کی سمت 4 کلومیٹر کے فاصلے پر چوک سُرالی سے موضع کوٹ قطب جاتے ہوئے براستہ چک عباس روڈ تقریباً 2 کلومیٹر کے فاصلے پر بائیں جانب پختہ راستہ ہے۔ یہی راستہ چلتے ہوئے بائیں ہاتھ پر پہلا موڑ مڑتے ہی پر مدفن موجود ہے۔ بستی کا نام بھی پیر بئے صحابہ ہے۔ اہل علاقہ میں آپ پیر بئے صحابہ کے نام سے مشہور ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اہل علاقہ کے بقول آج سے تقریباً چند دہائیاں قبل کسی کو مزار کے قریب سے گزرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

متولی کا کہنا ہے کہ میرے نانا کی وفات 1970ء سے قبل یہاں کسی کو دفن کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی اگر کسی کو دفنایا جاتا تو اگلے دن اس کی لاش قبر کے باہر آجاتی تھی۔ میرے نانا جو کہ اس وقت مزار کے متولی تھے انہوں نے صاحب مزار کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور مجھے اپنے قدموں میں جگہ دینا چنانچہ ان کے قدموں میں ہی ان کے نانا کو دفنایا گیا پھر ان کو دفنانے کے بعد وہاں پر باقاعدہ لوگوں کو دفنانا شروع کیا گیا مزار کے مضافات میں قبروں کی تعداد شاید اسی وجہ سے قلیل ہے قبر کی موجودہ لمبائی 19.5 فٹ اور بلندی 4.7 فٹ ہے۔ موجودہ متولی مصطفیٰ بن احمد بخش زوج مرادہ مئی بنت جام خادم بخش ہے۔ نام کو اس ترتیب سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب اسی ترتیب سے مزار کے موجودو سابقہ متولّی رہ چکے ہیں۔ موجودہ متولی شریف النفس اور سادہ انسان ہیں اور زراعت پیشہ سے منسلک ہیں۔ موصوف سے رابطہ کی کوئی سبیل نہیں ہے کیوں کہ جناب موبائل اور ٹیلی فون کو معاشرتی بے حیائی کا سبب سمجھتے ہیں۔

3 خاکِ صحابہ

خاک صحابہ سے منسوب مزار ڈویژن بہاولپور، ضلع رحیم یار خان میں واقع قلعہ مؤومبارک سے شمال کی جانب پر ہے جو کہ تقریباً 2.3 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ قلعہ مؤومبارک شہر رحیم یار خان سے پورے 15 کلومیٹر کی دوری پر ہے یہ راستہ تو ان زائرین کے لئے ہے جو رحیم یار خان سے مزار پر حاضری دینا چاہتے ہوں۔ جو زائرین مزار مبارک پر حاضری کے لئے براستہ خان پور سے آنا چاہیں تو وہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رحیم یار خان جاتے ہوئے ترنڈہ سوائے خان نہر کے پل سے دائیں جانب اور نہر کی بھی بائیں جانب چلتے جائیں تو قلعہ مؤومبارک سے شمال کی جانب مزار واقع ہے۔ ترنڈہ سوائے خان نہر کے پل اور قلعہ مؤومبارک کے درمیان تقریباً 11 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اہل علاقہ بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ صاحب مزار صحابی رسول ﷺ ہیں اور خاکِ صحابہ یا خاکی صحابہ کے نام سے مشہور ہیں۔ غالباً مزار مبارک پہلے تو خاکِ صحابہ کے نام سے مشہور تھا مگر اب اہل علاقہ کے لہجے نے اسے خاکی صحابہ سے مشہور کر دیا ہے۔

- مشہور ہے کہ آپ تبلیغ اسلام کے لئے یہاں تشریف لائے تھے اور کفار سے جنگ کے دوران آپ کا سر تن سے جدا ہو گیا مگر اس کے باوجود آپ جنگ لڑتے رہے اور شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔
- اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ آپ کی قبر دن بہ دن لمبی ہوتی جا رہی تھی تو شیخ حمید الدین حاکم[48] نے عرض کی "ٹھہر جا" اس کے بعد آپ نے ایک اینٹ صاحب مزار کے سر کی جانب رکھی اور دوسری اینٹ قدموں کی جانب رکھی تو قبر مبارک وہیں رک گئی۔

- مقامی لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ گئے دنوں کی بات ہے کہ مزار کے احاطے میں ایک وسیع و عریض جنگل ہوا کرتا تھا اور آپ کی نسبت اس جنگل کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ جو بھی اس جنگل سے لکڑی یا درخت کاٹے گا اس کا نقصان ہو گا۔ جبکہ ایک بزرگ کا اسی ضمن میں کہنا تھا کہ اگر اس جنگل میں سے کوئی لکڑی یا درخت کاٹتا تھا تو درخت سے خون بہنے لگتا، مزید اصرار کرنے پر یہ کہا کہ یہ منظر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس واقعہ کی اہل علاقہ میں سے کسی نے تصدیق نہیں کی البتہ وثوق سے یہ بتاتے ہیں کہ درخت یا لکڑی کاٹنے والے کا نقصان ضرور ہوتا تھا۔

مزار کے قریبی علاقہ قلعہ مؤو مبارک کے قریب حد نگاہ تک جنگل دکھائی دیتا ہے۔ وسیع جنگل کے قدیم ہونے کے شواہد موجود ہیں لیکن جنگل سے درخت کاٹنے کی صورت میں نقصان ہونے کے اعتقاد سے متعدد سوالات جنم لیتے ہیں۔ مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ محض عوامی وہم ہے جس پر اہل علاقہ پختہ ہیں۔ عمومی طور پر انسانی نفسیات ایسی ہیں کہ انسان جس بات پر ایک بار یقین کر لے چاہے وہ شرعی ہو یا غیر شرعی تو اس کا ذہن اسی وہم کی طرف جاتا ہے۔ مزار سایہ دار درختوں سے گھرا ہوا ہے اور شدید گرمی میں بھی یہاں پر سکون ماحول ہوتا ہے۔ مزار کا قریبی مقام قلعہ مؤو مبارک کے اوپر سے اگر شمال کی جانب کا نظارہ کیا جائے تو آم کا ایک بڑا دلفریب اور دلکش باغ کہ حد نگاہ تک آم ہی آم نظر آتے ہیں۔ مزار کی عمارت خاصی پرانی ہے اور زائرین کے لئے پانی وغیرہ کی کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔ مزار پر ہر سال 23 ربیع الاول کو عرس منعقد ہوتا ہے۔ قبر کی لمبائی 25.1 فٹ اور بلندی 3.10 فٹ ہے۔

4　خُمیر بن ربیع

حضرت خُمیر بن ربیع کا مدفن ڈویژن بہاولپور، ضلع رحیم یار خان سے صادق آباد جاتے ہوئے چوک بہادر پور سے تقریباً 5 کلومیٹر کے فاصلے پر بائیں ہاتھ پر چائنہ کے درخت کے نیچے ایک بورڈ لگا ہوا ہے (کہا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے یہاں شیشم کا درخت ہوا کرتا تھا) جس پر لکھا ہوا ہے درگاہ عالی مقام حضرت خمیر بن ربیع رضی اللہ عنہ بستی رانجھے خان۔ چند قدم آگے چل کر ایک اور سائن بورڈ لگا ہوا ہے جو کہ دائیں ہاتھ پر جانے کا اشارہ دیتا ہے جس پر لکھا ہے مزار دائیں ہاتھ پر دو فرلانگ کے فاصلے پر موجود ہے۔ آپ کے بارے میں بڑے وثوق سے کہا جاتا ہے کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں اور حضرت خمیر بن ربیع رضی اللہ عنہ المعروف بجر صاحب کے نام سے مشہور و معروف ہیں ۔صدری روایات کے مطابق آپ خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بلاد سندھ کی طرف آنے والے قافلوں میں کسی قافلے کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور اپنی رحلت تک اسی پاک زمین پر تبلیغ اسلام کا کارنامہ سرانجام دیتے رہے اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کے معتقدین نے آپ کی آخری آرامگاہ یہیں بنائی۔[49]

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ بدری صحابہ میں سے ہیں، حالانکہ بدری صحابہ میں آپ کا نام شامل نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آپ کا زمانۂ جاہلیت والا نام ہو زمانۂ اسلام والا نام کچھ اور ہو جس تک صدری روایات کے متحملین اور مؤرخین کی رسائی نہ ہوئی ہو کیونکہ ابن ربیع کے نام سے بہت صحابہ کرام ہیں جنہوں نے جنگ بدر اور جنگ احد میں شرکت فرمائی۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ خمیر تو اسلامی نام ہی نہیں ہے۔ لیکن محض خمیر نام کی وجہ سے ان کی صحبتِ رسول ﷺ کی نفی کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس لفظ کے جہاں برے معنی ذکر کئے جاتے ہیں وہیں دوسری طرف اس کے اچھے معنی بھی مذکور ہیں یہ تو صحابی تھے تو ہو سکتا ہے یہ ان کا زمانہ جاہلیت والا نام ہو۔ کیونکہ

اس طرح کے نام تو تابعین رواۃ میں بھی نظر آتے ہیں مثلاً حضرت خمیر بن مالک وغیرہ۔ مدفن اس وقت دو گنبد کے ساتھ مزیّن ہے۔ قبر کی لمبائی 18.11 فٹ اور بلندی 4.5 فٹ ہے۔ موجودہ متولی کا نام حضور بخش قادری ہے۔

5 رتہ سرکار

رتہ سرکار کے مزار کا محل وقوع کچھ اس طرح ہے کہ ڈویژن بہاولپور، ضلع رحیم یار خان، تحصیل احمد پور لمہ، بستی آدم صحاب میں مزار آدم صحاب سے قریب جنوب کی جانب تقریباً 3 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ صاحبِ مزار حضرت پیر رتّہ سرکار کے نام سے مشہور ہیں اور روایت ہے کہ موصوف صحابی رسول ﷺ ہیں۔ صاحب مزار کے بارے میں ایک صدری روایت یہ بھی ملتی ہے کہ حجاج بن یوسف نے جب محمد بن قاسم کو واپس بلایا تھا تو واپسی پر جاتے ہوئے یہ ان کے ساتھ تھے اور راستے میں آپ کو شہید کر دیا گیا اور یہیں سپرد خاک ہوئے۔

اہل علاقہ میں یہ واقعہ زبان زدِ عام ہے کہ عرصہ دراز قبل ایک چور نے کسی گھر سے بیل چوری کیا اور گھر والوں کو پتہ چل گیا کہ بیل چوری ہو گیا ہے چنانچہ وہ قدموں کے نشانات سے پیچھا کرتے ہوئے چور تک پہنچ گئے۔ چور کو خطرہ لاحق ہوا تو اس نے توبہ کی اور صاحبِ مزار سے امان طلب کی۔ صاحبِ قبر کی کرامت سے سفید رنگ کا بیل سرخ ہو گیا۔ بیل کے مالکان نے بیل کو ظاہری اوصاف سے پہچان لیا کہ بیل تو ہمارا ہی ہے لیکن اس کا رنگ مختلف ہے۔ چنانچہ انہوں نے چور کو پکڑ لیا اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ چور نے جان بخشی شرط پر بتانے کا وعدہ کیا اور اس طرح اس نے بیل مالکان سے اپنی توبہ اور صاحبِ قبر سے امان طلب کرنے کا واقعہ بیان کر دیا۔ کرامت کے ظہور پر بیل مالکان نے بیل کو ذبح کے صدقہ کر دیا۔ رتہ سرائیکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب سرخ ہے ۔ بیل سرخ ہو گیا تھا اہل علاقہ کی زبان بھی سرائیکی تھی، اسی وجہ سے موصوف اہل علاقہ میں رتہ سرکار کے نام سے مشہور ہو گئے۔

مزار کی ہیئت اہل علاقہ کے بقول یہ ہے کہ ابتدائی چھت کچی تھی اور گنبد بھی ایک تھا۔ چھت اور عمارت کی حالت بہت ہی بوسیدہ ہو چکی تھی پھر 1981ء میں گنبد کو شہید کر کے تعمیر نو کی گئی تو دو گنبد بنائے گئے۔ مزار کی تعمیر نو 1981ء میں شروع ہوئی اور 1988ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ مزار پر ہر سال 23 ربیع الاول کو رسم عرس منعقد کی جاتی ہے۔ تعمیر نو سے قبل قبر کی لمبائی 4 فٹ تھی موجودہ قبر کی لمبائی 14 فٹ اور بلندی 3.11 فٹ ہے۔

6 عمر صحابہ

ڈویژن بہاولپور، ضلع رحیم یار خان میں قلعہ مؤ مبارک سے جنوب کی سمت 4 کلو میٹر اور پیر بیٹے صحابہ سے تقریباً دو ڈھائی کلو میٹر کے فاصلے پر چوک سُر الی سے موضع کوٹ قطب جاتے ہوئے براستہ چک عباس روڈ تقریباً 3 کلو میٹر کے فاصلے پر دائیں ہاتھ پر چوک کوٹ قطب کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ یہاں سے دائیں طرف چلیں تو کچھ فاصلے پر بستی کا ایک مشہور ڈیرہ آتا ہے کچھ اور چلیں تو آم کا باغ ہے، باغ کے درمیان سے ہی دائیں ہاتھ ایک اونچی کچی سڑک کی طرف چلتے جائیں جس طرف سڑک جا رہی ہے اسی بستی میں ان کا مدفن ہے۔
صدری روایات کے مطابق آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے بارے میں کوئی روایات اہل علاقہ میں مشہور نہیں۔

اہل علاقہ کا عجیب رویہ دیکھنے میں آیا کہ کوئی شخص مزار کی طرف رہنمائی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ خاصی تگ و دو کے بعد مزار دریافت کیا ۔ جنوبی پنجاب کے مضافات میں صحابہ کرام سے منسوب قبور میں سے سب سے چھوٹی یہی قبر ہے۔ بغیر چھت کے کھلی فضا میں واقع ہے۔ ہلکا سا پائپ لگا کر کپڑے سے اسکو مزین کیا گیا ہے اور 4 فٹ سے بھی کم اونچائی کی معمولی سی چار دیواری ہے۔ مزار پر ویرانہ سا ماحول اس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ شاید ہی کوئی مزار پر آتا ہو گا۔ قبر کی لمبائی 7.6 فٹ اور بلندی 3.2 فٹ ہے۔

7 قلعہ اسلام گڑھ

ڈویژن بہاولپور، ضلع رحیم یار خان، تحصیل خان پور سے جنوب مشرق کی جانب تقریباً 123 کلو میٹر کی مسافت پر ایک پرانا قلعہ اسلام گڑھ کے نام سے موجود ہے ۔ اس قلعہ کے مغربی جانب ایک وسیع و عریض قبرستان ہے اس قبرستان میں کچھ قبور صحابہ کرام سے منسوب ہیں۔[50] قلعہ کے مضافات میں مہر قوم آباد ہے۔ دشوار گذار راستے اور خوراک کی قلت زائرین کے لئے مشکلات کا سبب ہے۔ صحابہ کرام سے منسوب ان صاحبان سے متعلق کوئی روایت نہیں مل سکی صرف اتنا معلوم ہو کہ صاحب مزار صحابی ہیں۔ قلعہ اسلام گڑھ کے قریب مغربی جانب قبرستان میں قبریں موجود ہیں اور عام قبروں سے غیر معمولی طور پر طویل ہیں ۔ قلعہ اسلام گڑھ چونکہ بھارتی بارڈر کے قریب واقع ہے اس لئے وہاں سے بھارتی شہریوں کو با آسانی دیکھا جاسکتا ہے۔

8 محمود صحابہ

ضلع رحیم یار خان، تحصیل احمد پور لمہ، بستی آدم صحاب میں مزار آدم صحابہ سے جنوب مشرق کی جانب تقریباً 2 کلو میٹر کی مسافت میں صحابی چوک کے مغربی جانب بستی آدم صحاب میں واقع ہے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی روایت آپ کے بارے میں صدری یا نقلی نہیں معلوم ہو سکی۔ نواب صاحب نے جو 40 قلعہ زمین مزارات کے نام پر دی تھی اس میں سے 9 قلعہ زمین مزار حضرت محمود صحابہ کے لئے مخصوص تھی۔

ہر سال 22 ربیع الاول کو مزار پر رسم عرس منعقد کی جاتی ہے جس میں لوگوں کی کثیر تعداد اپنے اپنے انداز سے نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ مزار تقریباً نصف ایکڑ کی وسیع اراضی پر مشتمل ہے۔ مزار کے اندر پانی اور سیوریج کا بہترین نظام موجود ہے۔ مزار کے سرہانے شائد کسی خاص مقصد کے لئے لوہے سے تیار شدہ بچوں کا پنگوڑا موجود ہے اور مزار کے باہر صحن میں موجود درخت پر کثیر تعداد میں صحیح و سقیم، نئے و پرانے پنگوڑے آویزاں ہیں۔ قبر مبارک کی لمبائی 26.1 فٹ اور بلندی 3.7 فٹ ہے۔

9 نور صحابہ

آپ کا مزار مبارک بستی آدم صحاب میں واقع ہے اور مشہور ہے کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں اور صاحب مزار نور صحابہ کے نام سے عوام الناس میں مشہور ہیں۔ خاکِ صحابہ ، پیربۓ صحابہ، عمر صحابہ، آدم صحابہ، محمود صحابہ ، پیر رتّہ سرکار، نور صحابہ اسماء ہیں۔ مقامی لوگوں میں مذکورہ بالا سات اَصحاب سے متعلق معلوم نہیں کب سے یہ روایت سینہ بسینہ چلتی آرہی ہے کہ یہ سات بھائی تھے۔ تاریخ سے صرف ایک خاندان کے سات بھائیوں کے بارے میں شواہد ملتے ہیں، جو کہ مقرن کے بیٹے نعمان، معقل، عقیل، سوید، سنان، عبد الرحمٰن اور عبد اللہ ہیں۔[51] لہٰذا مذکورہ اَصحاب مزار کے بارے میں یہ روایت تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ یہ سات بھائی تھے۔ البتہ یہ بات سمجھ

میں آتی ہے کہ آپ ایک قافلے کے ساتھ آئے ہوں اور جو اس قافلے میں جہاں شہید ہو تا گیا اسے وہیں سپر دخاک کر دیا گیا ہو اور صحابہ کرام میں چونکہ اخوت کا جذبہ تھا تو ہو سکتا ہے مقامی لوگوں نے سمجھا ہو کہ آپ بھائی ہیں اور اسی سے مشہور کر دیا گیا۔ آپ کے ایک قافلے میں ہونے کی تصدیق کی جاسکتی ہے کہ جنگ کے دوران جو جس جگہ شہید ہوا اس کی تدفین وہیں کر دی گئی۔ شائد یہی وجہ ہے کہ مذکور سات قبور تقریباً 30 کلومیٹر کے اندر اندر واقع ہیں۔

ست صحابیات

ڈویژن بہاولپور، ضلع رحیم یار خان، بستی بڈے صحابہ میں مزار حضرت پیر بڈے سے مغرب کی جانب تقریباً نصف کلومیٹر کے فاصلے پر ست صحابیات کا مزار موجود ہے۔ قلعہ مؤو مبارک کے مضافات میں جب لوگوں سے مدفون حضرات کے بارے میں پوچھا گیا تو ان میں سے اکثر کا کہنا تھا کہ یہ سات بھائی اور سات بہنیں تھیں۔ جبکہ بستی پیر بڈے صحابہ میں جانے کے بعد عجیب انکشاف ہوا اہل علاقہ کا کہنا تھا کہ سات بہنیں ہیں جو ایک ساتھ اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں۔ مزید یہ کہ صاحبات مزار سے منسوب قبور کی طرف مردوں کو جانے کی اجازت نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مزار پر صرف باکرہ خواتین کو جانے کی اجازت ہے، اگر کوئی جاتا ہے تو اسے جانی یا مالی نقصان ہوتا ہے۔ صدری روایات کے مطابق اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ چونکہ یہ صحابیات کنوارپن کی حالت میں شہید ہوئی تھی اس لئے ان کے مزار پر جانے کی اجازت بھی صرف باکرہ خواتین کو ہے۔

خلاصہ بحث

برصغیر پاک وہند میں 15ھ سے لے کر 30ھ تک مختلف حوالے سے صحابہ کرام کی یہاں آمد کے تاریخ میں آثار ملتے ہیں۔ صحابہ کرام کی سندھ میں آمد بطور مبلغین اسلام 15ھ سے شروع ہو گئی تھی جو کہ پہلی صدی کے اختتام تک جاری رہا۔ پہلا قافلہ یہاں آیا وہ 15ھ کو آیا یعنی اس وقت آپ ﷺ کی رحلت کو صرف چار سال ہوئے تھے یعنی ہزاروں کی تعداد میں اس وقت صحابہ کرام حیات تھے اور عرب کی زمین چونکہ کاشت کے لئے موزوں نہیں تھی اس لئے ان کا پیشہ بھی زراعت نہیں تھا بلکہ تجارت تھا اور وہ اتنی دور اگر تجارت کی غرض سے کہیں جاتے تھے تو کم از کم سینکڑوں کی تعداد میں نکلتے تھے اور ان میں سے اکثر صحابی تھے۔ اور اگر تبلیغ اسلام یا جہاد کی غرض سے تشریف لائے ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں تشریف لائے ہونگے۔ ان میں سے کچھ شہید قرار پائے اور کچھ غازی بہر حال جن کی شہادت یہاں ہوئی تو غالب گمان تو یہی ہے کہ ان کا مدفن بھی سندھ میں ہی ہو گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ صحابہ کرام واپس ہی نہ گئے ہوں اور اپنی حیات تک یہیں رہ گئے ہوں۔ لہذا صدری روایات کی بناء پر قطعی طور پر تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قبور واقعی اَصحاب رسول ﷺ کی ہیں لیکن اس بارے میں حتمی انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تاریخ سے ان اَصحاب رسول کا ذکر ملتا ہے جو موجودہ پاکستان کے کسی خطے میں تشریف لائے۔ ان میں سے بعض یہیں دفن ہوئے اور بعض کچھ عرصہ یہاں گزار کر رخصت ہوئے۔ ارضِ پاکستان کی تاریخ کا یہ ایک اہم گوشہ ہے جسے ہمیں جاننا چاہیے۔ یہ تو وہ صحابہ کرام ہیں جن کا تذکرۂ تاریخ میں ملتا ہے اس کے علاوہ کتنے صحابہ کرام پاکستان تشریف لائے ان کی تعداد کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ تاریخ میں تو تقریباً مشہور صحابہ یا سپہ سالار کے جنگی معرکے ملتے ہیں جبکہ اکثر صحابہ کرام ایسے تھے جو غیر مشہور، دیہاتی اور عام رعایا میں تھے اس لئے

ان کے اسماء مبارکہ تاریخ محفوظ نہ کر سکی۔ کم از کم اتنا تو قطعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عہد خلیفہ ثانی سے صحابہ کرام کی پاکستان آمد کی ابتداء ہوئی اور پہلی صدی کے اختتام تک صحابہ کرام یہاں آتے جاتے رہتے تھے اس بات میں کوئی تردد وشبہ کا امکان نہیں۔

یہ عجب اتفاق ہے کہ جن قبور کو صحابی منسوب کیا جاتا ہے وہ قبور غیر معمولی طور پر عام قبروں سے طویل ہوتی ہیں۔ قبر کا طویل ہونا تو کسی بات کی بھی دلیل نہیں بن سکتی کجا یہ کہ اسے صحابی ہونے کی دلیل قرار دیا جائے۔ صدری روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام کے قد نارمل اور ہمارے جتنے تھے لیکن قبور کی طوالت اس بات کے ثبوت کے لئے ہرگز طویل نہیں کی گئی کہ صحابہ طویل قد کے مالک تھے بلکہ اس کی وجہ یہ معلوم ہو سکی ہے کہ جس دور میں قبور پر مزار بنانے یا ان پر گنبد بنانے کا رواج نہیں تھا تب ایسی قد آور شخصیات کو دفن کرتے وقت ادب و احترام کے لئے قبر کو لمبا کر دیا جاتا تھا تا کہ یہ نشانی رہ جائے کہ صاحب قبر قابلِ احترام شخصیت کے مالک تھے۔ عوام الناس میں ایک مضحکہ خیز روایت یہ بھی مشہور ہے کہ ان قبور کی متعدد بارہ تعمیر کی گئی تو مرور ایام کے ساتھ ان کی طوالت میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا، اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ان قبروں میں خود بخود اضافہ ہوتا چلا گیا اور جب ان کو پختہ کر دیا گیا تو وہ وہی رک گئی۔ جنوبی پنجاب میں صحابہ کرام سے منسوب قبروں میں سے کسی ایک کی بھی یقینی طور پر تعیین نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کسی روایت کو درست قرار دیا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] سید زاہد علی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، (ملتان: بیکن بکس، 1993ء)، ص43۔

Seyed zahid Ali, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, (Multan: Beeken Bex, 1993a), p. 43.

[2] ابوالفداء اسماعيل بن عمر، **تفسير القرآن العظيم**، (بيروت: دار الكتب العلمية 1419ہجری)، ج2، ص 465۔

Abul-Fida Isma'il bin Omar, ***Tafseer Al-Qur'an Al-Azīm***, (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya 1419AH), vol. 2, p. 465.

[3] محمدبن عیسیٰ، **السنن** الترمذی، باب الامثال، بَابُ مَاجَاءَ فِي مَثَلِ اللَّهِ لِعِبَادِهِ(الرياض: مكتبةدارالسلام، 2008ء) رقم الحديث: 2861۔

Muhammad ibn Issa, ***al-Sunan*** Al-Tirmidhī, Bab Al-Amthal (Riyadh: Dar al-Salaam Library, 2008) Hadith No.: 2861.

[4] عبد الملك، **السيرة النبوية**،(مصر: مصطفى البابي الحلبي وأولاده، 1375هـ - 1955 م) باب حَدِيثُ وَفْدِهِمْ مَعَ الرَّسُولِ، ج2،ص594۔

Abd al-Malik, ***Al-Seerah Al-Nabviah***, (Egypt: Mustafa al-Babi al-Halabi wa Aoladuh, 1375 - 1955) vol. 2, p. 594.

[5] ایضا، ص191۔

Ibid, p. 191.

[6] محمد بن جرير الطبري ، **تاريخ الرسل والملوك**، باب ذكر الخبر عَنْ سَيْفٍ في ذلك۔۔۔(بيروت: دار التراث، 1387 ھ) ج4،ص65۔

Muhammad bin Jarīr Al-Tabarī, ***Tareekh Al-Rusul wa Al-Molūk***, (Beirut: Dar al-Turath, 1387 AH) vol. 4, p. 65.

[7] بزرگ بن شہریار الرام ھرمزی، (900ء-950ء) آپ چوتھی صدی کے ایرانی مسلم سیاح، کشتی ران، نقشہ نگار اور جغرافیہ دان ہیں۔

Buzurg bin Shahriar Al-Rama Hormuzi (900-950 AD) is a fourth-century Iranian Muslim tourist, sailor, cartographer and geographer.

[8] بزرگ بن شہریار، **عجائب الہند برہ وبحرہ وجزائرہ** (ابوظبی: دار الکتب الوطنیہ، 1431ھ) ص157۔

Buzurg bin Shehriar, ***'Ajaib Al-Hind Barrah Bahrah wa Jazāirah*** (Abu Dhabi: Dar Al-Kutub Al-Watniah, 1431 AH) p. 157.

[9] کراچی سے سے کچھ فاصلے پر بھمبھور کے مقام پر قدیم بندر گاہ تھی جو دیبل کے نام معروف تھی، یہاں بکثرت ہندو مندر موجود تھے اور یہ مقام کو دیول بندر کے نام سے معروف تھا۔ تاریخ میں دیبل کو دیول اور لاہری بندر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے سب سے پہلے اسی بندر گاہ پر اپنا پرچم لہرایا۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کو بقول اس جگہ سے ایسے آثار ملے ہیں جن کا تعلق اسلامی ثقافت سے ہے۔

A short distance from Karachi was the ancient port at Bhimbhor, known as Debal. There were many Hindu temples here and the place was known as KoDeol Bandar. In history, Debal is also known as Deol and Lahiri Bandar. Muslims in India were the first to hoist their flag at this port. According to archaeologists, artifacts related to Islamic culture have been found in the area.

[10] أحمد بن يحيى البَلَاذُري ، **فتوح البلدان**،باب فتح السند (بيروت: دار ومكتبة الهلال، 1988ء) ج1، ص 416۔

Ahmad bin Yahya Al-Balādharī, ***Fotūh Al-Buldān***, Bab Fath Al-Sindh (Beirut: Dar and Maktab Al-Hilal, 1988) vol.1, p. 416.

[11] احمد بن داؤد الدينورى ، **الاخبار الطوال** (القاہرہ: داراحیاءالکتب العربی، 1960ء) ج1،ص117۔

Ahmed bin Daūd Al-Dinorī, ***Al-Akhbār Al-Tiwāl*** (Cairo: Dar Al-Kutub Al-Arabi, 1960) vol.1, p. 117.

[12] إسماعيل بن عمر ، **البداية والنهاية**(بيروت: دار إحياء التراث العربي،الطبعة الأولى 1408 هـ - 1988 م)ج7،ص149۔

Ismā'īl bin 'Umar, ***al-Bidāyah wa al-Nihāyah***, (Beirut: Dar Al-Turath Al-Arabi, 1st Ed., 1418 A. H - 1988 AD) vol. 7, p. 149.

[13] عبد الله بن مسلم، ابو محمد ، **عيون الاخبار** (بيروت: دار الكتاب العربى، 1343ھ - 1925ء) ج2،ص 199۔

Abdullah bin Muslim, Abu Muhammad, ***'Oyoun Al-Akhbār*** (Beirut: Dar Al-Kitab Al-Arabi, 1343 AH - 1925) vol. 2, p. 199.

[14] سندھ کے پہلے قاضی، حضرت عثمان غنی کے خلاف بغاوت کرنے والوں میں سے ایک ہیں، جنگ جمل تک بصرہ میں حضرت علی کے لشکر کے سپہ سالار تھے۔

The first judge of Sindh is one of the rebels against Hazrat Usman Ghani. He was the commander of Hazrat Ali's army in Basra till the battle of Jamal.

[15] ياقوت بن عبدالله الحموى ، **معجم البلدان**، (بيروت: دارصادر،1993ء)،ج5،ص178۔

Yaqūt bin Abdullah Al-Hamwī, ***M'ujam Al-Buldān***, (Beirut: Dar Sadir, 1993), vol. 5, p. 178.

[16] احمد بن يحيٰ البلاذرى، **فتوح البلدان**، ص421۔

Ahmad bin Yahya Al-Balādharī, ***Fotūh Al-Buldān***, p 421.

[17] على بن حامد كوفى ، **فتح نامه سندھ عرف چچ نامه** ،مترجم اختر رضوى (جامشورو: سندھى ادبى بورڈ، 2008ء) ص24۔

Alī bin Hamid Kūfī, ***Fatah Namah Sindh 'urf Chachnamah,*** Mutarjim Akhtar Rizvi (Jamshoro: Sindhi Adbi Board, 2008) p. 24

[18] قاضی اطہر مبارکپوری، عرب وہند عہد رسالت ﷺ میں، ص18۔

Qadhi Athar Mubarakpurī, Arab-o-Hind Ahd Risalat men, p. 18

[19]علی بن محمد، **أسدالغابة فی معرفة الصحابة** (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1994 م)، رقم 565، ج1، ص449۔
Ali bin Muhammad, ***'Usud al-Ghabah fee Ma'rifat al-Sahaba***, (Beirut: Dar al-Kitab al-Alamiya, 1994), No. 565, vol. 1, p. 449.

[20] ابن حجر العسقلانی ، **الاصابةفی تمییز الصحابة**،رقم 902، ج1، ص509۔
Ibn Ḥajar Al-ʿAsqalānī, ***Al-Isabah fee Tamyeez Al-Sahaba***, No. 902, vol. 1, p. 509.

[21] ابن الاثیر ، **أُسد الغابة**، ص528۔
Ibn al-Athīr, ***'Usud al-Ghabah***, p. 528.

[22] ایضاً، ص528-529۔
Ibid, p. 528-529.

[23]ابن حجر، **الاصابة فی تمییز الصحابة**، ص3/169۔
Ibn Ḥajar, ***Al-Isabah fee Tamyeez Al-Sahaba***, p. 3/169.

[24] ضیاءاللہ جدون، **صحابہ کرام پاکستان میں**،(صوابی پختونخوا: نوار خان جدون ریسرچ سنٹر بیسک گدون، طبع اول 2017ء)، ص169۔
Ziaullah Jadon, ***Sahabah Karam Pakistan Men***, (Swabi Pakhtunkhwa: Nawar Khan Jadon Research Center Basic Gadon, 1st Ed., 2017), p.169.

[25] محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، بہاولپور، 1357، ص42۔
Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, Bahawalpur, 1357, p. 42

[26] سید زاہد علی واسطی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، ص439؛ مسعود حسن شہاب، **اولیائے بہاولپور**،(بہاولپور: اردو اکیڈمی، 1984ء)، ص93۔
Seyed zahid Ali Wasti, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, p. 439; Shihāb, Mas'ūd Hassan, ***Auliya-e-Bahawalpur***, (Bahawalpur: Urdu Academy, 1984), p. 93.

[27] محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، ص71۔
Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, p. 71.

[28] سید زاہد علی واسطی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، ص439؛ مسعود حسن، **اولیائے بہاولپور**، ص93۔
Seyed zahid Ali Wasti, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, p. 439; Mas'ūd Hassan, ***Auliya-e-Bahawalpur***, p. 93.

[29] محمد الیاس قیصر، **گلستان بنوہاشم**، ج1 ص66-67۔
Muhammad Ilyas Qaiser, ***Gulistan Banu Hashim***, vol. 1, p. 66-67.

[30] گڑھی شاہو لاہور اور لاہور ریلوے سٹیشن کے درمیانی علاقے میں ایک دربار بی بی پاک دامن سادات خواتین سے منسوب ہے۔ بی بی پاک دامن حضرت رقیہ بنتِ حضرت علی ابن ابی طالب کو کہا جاتا ہے جو حضرت حضرت مسلم بن عقیل کی زوجہ محترمہ ہیں۔ بعض روایات میں یہ دربار بی بی پاک دامن رقیہ بنتِ سید احمد توختہؒ کا ہے۔ مذکورہ دونوں روایات میں کلام ہے۔
In the area between Garhi Shahu Lahore and Lahore Railway Station, a courtier is attributed to Bibi Pak Daman Sadat women. Bibi Pak Daman is the title of Hazrat Ruqayyah bin Hazrat Ali bins Abi Talib, who is the wife of Hazrat Muslim bin 'Aqeel. In some traditions, this tomb belongs to Bibi Pak Daman Ruqayyah bint Syed Ahmad Tokhtah. Both the narrations have some technical issues.

[31] سید احمد توختہ ترمذی لاہوریؒ (متوفی 602ھ) قدیم مشائخ عظام میں سے ہیں آپکا وطن ترمذ تھا اسی نسبت سے ترمذی کہلائے۔ تبلیغ اسلام کے لئے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر لاہور تشریف لائے اس لئے لاہوری کہلوائے۔ توختہ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب کھڑا ہونے کے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک بار مرشد نے آواز دی فوراً چلے

آئے لیکن دروازہ بند تھا اس لئے آپ نے دروازہ کھٹکھٹانا مناسب نہ سمجھا اور رات بھر دروازے پر کھڑے رہے۔ صبح کو جب مرشد نے انہیں دروازے پر کھڑے پایا تو انہیں توختہ کا لقب دیا۔ مدفن لاہور کی قدیم آبادی اکبری گیٹ کے اندر محلہ چہل بیبیاں میں واقع ہے۔

Syed Ahmad Tokhta Tirmidhi Lahori (d. 602 AH) is one of the great saints. His homeland was Tirmidh, that is why he was called Tirmidhi. He was called Lahori because he left his homeland for preaching Islam. Tokhta is a Turkish word which means to stand. It is narrated that once the murshid called him and he came out immediately but the door was closed so he did not consider it appropriate to knock on the door and stayed at the door all night. He was found standing at the door by his Murshid and was given the title of Tokhta. His tomb is in the ancient population of Lahore Mohalla Chahal Bibi inside the Akbari Gate.

32 محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، ص71

Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, p. 71

33 محکم الدین سیرانی (1137ھ-1197ھ) عمر بھر سفر کی وجہ سے سیرانی بادشاہ مشہور تھے۔ عقیدت مندوں میں مسلم وغیر مسلم سب شامل ہیں۔ موصوف کے دو مزار ہیں، ایک مزار بہاولپور سے 15 کلو میٹر کی مسافت پر بستی بخشے دا گوٹھ / خانقاہ شریف میں واقع ہے جہاں ہر سال یکم تا پانچ ربیع الثانی رسم عرس منعقد ہوتی ہے، جبکہ دوسرا مزار دھوراجی، انڈیا میں واقع ہے جہاں ہر سال چار تا چھ مارچ رسم عرس منعقد ہوتی ہے۔

Mohkam-ud-Din Sirani (1137 AH-1197 AH) was famous for their lifelong journey as the Sirani king. Devotees include Muslims and non-Muslims alike. He has two shrines, one at village Bakhshi Da Goth / Khanqah Sharif, 15 km from Bahawalpur, where the Urs ritual is held every year from 1st to 5th Rabi-al-Thani. The second shrine is located in Dhoraji, India, where the Urs ceremony is held on March 4-6 every year.

34 محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، ص71۔

Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, p. 71

35 سید زاہد علی واسطی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، ص439۔

Seyed zahid Ali Wasti, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, p. 439.

36 محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، ص71۔

Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, p. 71

37 مسعود حسن، **اولیائے بہاولپور**، ص93-94۔

Mas'ūd Hassan, ***Auliya-e-Bahawalpur***, p. 93-94.

38 اولیائے بہاولپور کے مصنف کے علاوہ کسی مؤرخ نے ریاست بہاولپور میں چانڈہ کھانڈہ نامی کسی قلعہ کا ذکر نہیں کیا۔

Apart from the author of Auliya Bahawalpur, no historian has mentioned any fort called Chanda Khanda in the state of Bahawalpur.

39 محمد الیاس قیصر، **گلستان بنو ہاشم**، ج1، ص326؛ محمد رمضان بھٹی، **قلعہ ڈیراور آثار و تاریخ**، (بہاولپور: نور عجم پرنٹنگ پریس، 2018ء)، ص13۔

Muhammad 'Elias Qaisar, ***Golistān Banu Hashim***, vol. 1, p.326; Muhammad Ramadhan Bhatti, ***Qala'a Dirāwar***, Athār-o-Tarīkh,(Bahawalpur: Noor Ajam Pringing Press, 2018),p.13.

40 سید زاہد علی واسطی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، ص439۔

Seyed zahid Ali Wasti, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, p. 439.

41 مسعود حسن، **اولیائے بہاولپور**، ص92؛ حفیظ بہاولپوری، محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، ص76۔

Mas'ūd Hassan, ***Auliya-e-Bahawalpur***, p. 92; Hafeez Bahawalpurī, Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, p. 76.

[42] ایضاً۔

Ibid

[43] ایضاً، 92؛ محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، 76۔

Ibid, 92; Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, 76.

[44] سید زاہد علی واسطی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، ص438-439۔

Seyed zahid Ali Wasti, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, p. 438-439.

[45] مسعود حسن، **اولیائے بہاولپور**، ص93؛ محمد حفیظ الرحمٰن، **ذکر کرام**، ص39-40۔

Mas'ūd Hassan, ***Auliya-e-Bahawalpur***, p. 93; Muhammad Hafeez-ur-Rahman, ***Zikr Karām***, p. 39-40.

[46] مسعود حسن، **اولیائے بہاولپور**، ص94۔

Mas'ūd Hassan, ***Auliya-e-Bahawalpur***, p. 94.

[47] سید زاہد علی واسطی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، ص440؛ مسعود حسن، **اولیائے بہاولپور**، ص94۔

Seyed zahid Ali Wasti, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, p. 440; Mas'ūd Hassan, ***Auliya-e-Bahawalpur***, p. 94.

[48] حمید الدین حاکم اسدی ہاشمی (متوفی 735ھ) برصغیر پاک وہند کے روحانی پیشوا سابق حکمران آف کیچ مکران جنہوں نے تخت و تاج چھوڑ کر فقر کی راہ اختیار کی اور سلطان التارکین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ رحیم یار خان سے 15 کلومیٹر کے فاصلے پر قلعہ مومبارک پر آپ کا مزار واقع ہے۔

Hamid-ud-Din Hakim Asadī Hāshmī (d. 735 AH) was a spiritual leader and former rular of Keich Makran in the Indian subcontinent, who left the rularship and adopted the life saintness. His shrine is located at Mo Mubarak Fort, 15 km from Rahim Yar Khan.

[49] سید زاہد علی واسطی، **بہاولپور کی سرزمین ایک تاریخ**، ص438۔

Seyed zahid Ali Wasti, ***Bahawalpur ki Sarzmin Aik Tarikh***, p. 438.

[50] مسعود حسن، **اولیائے بہاولپور**، ص93۔

Mas'ūd Hassan, **Auliya-e-Bahawalpur**, p. 93.

[51] محمود بن أحمد بن محمود، **تيسير مصطلح الحديث**، المبحث الثاني: معرفة التابعين ،(بيروت: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع الطبعة 1425هـ-2004م)، ص247۔

Mahmūd bin Ahmad bin Mahmoud, **Taisīr Mustalah Al-Hadīth**, Al-Mabhath Al-Thani, M'arifah Al-Tab'eīn, (Beirut: Maktabah Al-M'ārif, 1425 AH - 2004 AD), p. 247.